کو گھر کے اندر کے پردے سے خاص کر دینا ہمارے نزدیک درست نہیں ۔

ہمارے خیال میں قرآن مجید نے پردہ کی حدود میں زیادہ سے زیادہ اور کم سے کم پردہ کو بیان کر دیا ہے اور معاشرہ میں افراد اپنے حالات و مقتضیات کے مطابق اپنی اپنی حدود میں رہ کر پردہ کے وہ تقاضے پورے کریں گے جو اسلامی تعلیمات ان سے مطالبہ کرتی ہیں اور روح یہی رہے گی کہ معاشرہ میں جنسی بے راہ روی کا سدِ باب ہو جس کے لئے قرآنی ہدایات " غض بصر اور حفظ فرج " کو ضروری قرار دیتی ہیں ، تاکہ معاشرہ میں ماؤں ، بہنوں اور بیٹیوں کا وقار بڑھے ، اور جذباتِ سافلہ کو بھڑکانے والے عوامل دبے رہیں ۔

یدنین علیھن من جلابیبھن ، کا ترجمہ صفحہ ۱۷ پر " اپنے چہروں پر اپنی بڑی چادر کا حصہ لٹکا لیا کریں " کیا گیا ہے جب کہ " چہروں پر " کا اضافہ قرآن پر اضافہ ہے اس کا مفہوم اپنے جسموں پر ، جسموں کے بالائی حصوں پر ، سروں پر ، کاندھوں پر ہو سکتا ہے ؟ ۔ اردو میں بلا آمیزش اس کا سیدھا سادہ اور پورا پورا ترجمہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے اوپر اپنی بڑی چادریں لٹکا لیا کریں ، اور ہمارے خیال میں اس میں گھونگھٹ نکالنے یا نہ نکالنے کا کوئی پہلو نہیں نکلتا ، یہ ہمارے ہندوستانی ماحول کی پیداوار ہے ۔ اگر ایک عورت اپنے سر اور سینہ پر دوپٹہ ڈال کر کاندھوں پر بڑی چادر لٹکائے تو وہ قرآن مجید پر عمل کا حق ادا کر دیتی ہے ۔

****

آئینۂ حجاز :

مصنف : راجہ محمد شریف ، بی اے ۔
صفحات ۴۰۰ ، علاوہ تصاویر ۔
قیمت درجہ اوّل بیس روپے ، درجہ دوم سولہ روپے ، نیوز پرنٹ تیرہ روپے ۔
شائع کردہ : زاہد اکیڈمی ۷ - A کوہ نور شوگر ملز کالونی ، جوہر آباد ۔

کتاب سفرنامہ حج پر مشتمل ہے ، قاری کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ مصنف کے ساتھ حج کرتا چلا جا رہا ہے ۔ حج سے متعلق بہت سی مفید معلومات جمع کر دی گئی ہیں جس سے یہ کتاب حج پر روانہ ہونے والوں کے لئے ایک تحفہ ہے ۔ قابل مصنف نے ادبی چاشنی اور کہیں کہیں مزاح کی

آمیزش سے اُسے دو آتشہ کر دیا ہے۔ معمولی اردو جاننے والا بھی اسے بغیر بار محسوس کئے شروع سے آخر تک پڑھتا چلا جائے گا۔ اردو میں سفرنامہ حج پر اتنی دلچسپ اور ضخیم کتاب غالباً شائع نہ ہوئی ہوگی۔

بلادِ عربیہ سعودیہ میں سے مصنف کا جن علاقوں میں گذر ہُوا اور وہاں جو جدید تبدیلیاں اور ترقیاں انھیں نظر آئیں ان سب پر بے لاگ تبصرہ کیا ہے اور ایسا مترشح ہوتا ہے کہ وہ حجاج کے لئے سعودی عرب کی طرف سے کی جانے والی سہولتوں سے مطمئن ہیں۔

کتاب کے چند عنوانات یہ ہیں: حضرت ابراہیمؑ کی حیاتِ مقدسہ، تاریخ کعبہ، فلسفۂ حج اور مسائل مکہ مکرمہ سے منیٰ کو، منیٰ سے مکہ مکرمہ کو۔

گناہوں کی معافی کے لئے آبِ زمزم میں کفن بھگونے پر مصنف کا تبصرہ ملاحظہ کیجئے:

ص ۵۱۵ - "ایک بات ہمیں بڑی عجیب لگتی۔ کہ روزانہ ہمارے لوگ کفن کے لئے کپڑا خرید کر آبِ زمزم سے اسے دھوکر بیت الحرم کے اندر سوکھنے کے لئے ڈال دیتے۔ اس عمل کا فقہی اور علمی پہلو تو ہمارے علماء کرام ہی بتا سکتے ہیں کہ یہ بات کہاں تک جائز اور درست تھی۔ مگر ہمارے نزدیک یہ طریق کار بیت الحرام کے تقدس کے منافی تھا۔ لاریب اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی کریم صلعم کی خوشنودی کے احکامات اور طریقے قرآن حکیم اور اسوۂ حسنہ میں موجود ہیں۔ انسان کی نجاتِ اخروی کے لئے کن اعمال و افکار کی ضرورت ہے۔ وہ کسی مسلمان سے بھی ڈھکے چھپے نہیں۔ مگر ان صداقتوں سے پہلو تہی اور جان بوجھ کر ان کو نظرانداز کر کے اپنی نجات آبِ زمزم سے دھلے ہوئے کفن سے وابستہ کرنا ایک عام ذہن کی تسلی کے لئے تو ممکن ہے کوئی بنیاد مہیا کر دے۔ مگر اسلامی ذہن رکھنے والے حضرات کے نزدیک یہ بات خود فریبی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ نجاتِ اخروی کے لئے تو ان اعمال و افکار کا سنوارنا ضروری ہے جو ہر لمحہ کراماً کاتبین تحریر کرتے رہتے ہیں اور جو خداوند عالم کے سامنے انسان کے مرنے کے بعد اس کی زندگی کے مکمل ریکارڈ کی صورت میں اس کی نیکی و بدی کا فیصلہ کرنے کے لئے پیش ہوگا۔ اس ریکارڈ میں مندرجہ بدعملیاں اور بدعقیدگیاں تو ظاہر ہے کہ آبِ زمزم سے دھلا ہُوا کفن ڈالنے سے نہیں بدل سکتیں۔ پھر یہ لوگ خدا جانے کیوں دھڑا دھڑ لٹھے کے تھان خرید کر اور آبِ زمزم سے دھوکر پورا پورا دن سکھاتے رہتے

٥٥٥

تھے۔ استفسار پر لوگ نہایت سادگی سے جواب دیتے کہ قبر کے عذاب سے بچنے کے لئے ایسے کفن کا ہونا نہایت ضروری ہے میرا اور واصل عثمانی کا خیال تھا کہ ہمارے علماء کو ادھر توجہ کرنی چاہیئے۔ اور لوگوں کو صحیح راہ پر ڈالنا چاہیئے۔ خدا جانے یہ اور اسی قسم کی دیگر طفل تسلیاں اسلام جیسے دینِ حقہ کا جزوِ عظیم کیسے بن گئی ہیں۔ اور ان کی بنیادیں کن لوگوں نے استوار کیں۔ اور یہ عقائد مسلمانوں کے ذہنوں میں کیسے راسخ ہو گئے ہیں، کہ لوگ ارفع و اعلیٰ عقائد و اعمال کی شاہراہِ عظیم چھوڑ کر نجاتِ اخروی کے لئے ایسی اُلجھی ہوئی پگڈنڈیاں استعمال کر رہے ہیں، جو خود ہی اپنے پیچ و خم میں گم ہو جائیں۔ اور جن پر چلنے والے رہرو کسی منزل پر بھی پہنچ نہیں پاتے۔ ہمارے علمائے کرام اور اسلامی ذہن رکھنے والے مصنفین کے لئے ضروری ہے کہ بے کار مباحث سے ہٹ کر وہ لوگوں کو اسلام کا صراطِ مستقیم دکھانے کی کوشش کریں۔ حج کی سعادت حاصل کرنے والے حضرات خصوصیت سے علماء کی اس توجہ کے مستحق ہیں۔ کیونکہ آپ جتنے تھان بیت الحرام میں آبِ زمزم سے دُھلے ہوئے پائیں گے وہ ماشاءاللہ سب پاکستانی حضرات کے ہی ہوں گے۔ دیگر ممالک کے حاجیوں کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔ اور اگر ہے تو آٹے میں نمک کے برابر۔ شاید قبر کے عذاب سے بچنے اور نجاتِ اخروی کے حصول کا یہ نقطۂ عظیم صرف ہماری سمجھ میں ہی آیا ہے۔ اور باقی ممالک کے لوگ نجات کے اس "شارٹ کٹ" سے ابھی بے خبر ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے لوگ ایسی باتوں پر بڑا وقت ضائع کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ لٹھے کے تھان ہی دھونے کا اہتمام نہیں کرتے۔ بلکہ اپنے کپڑے بھی دھو کر بیت اللہ کی دوسری منزل کی ریلنگ پر ڈال کر پورا پورا دن سکھاتے رہتے ہیں، جو سراسر بیت الحرام کے تقدس کے خلاف ہے۔ اس لئے سب حضرات کو ادھر توجہ کرنی چاہیئے۔ اور گھر سے رخصت ہونے سے پہلے علماء کرام سے حج کے مسائل سیکھ لینے چاہئیں۔"

اب مسجد نبوی کی خاکِ پاک پر عبدالرحمان کے ساتھ ہونے والے واقعہ اور اس پر منف کا تبصرہ ملاحظہ کیجئے:

"عبدالرحمٰن نے مسکراتے ہوئے بتلایا کہ یہ صاحب پاکستان کے ضلع لائل پور کے تاجر ہیں۔ اور چند دنوں سے مجھے کہہ رہے ہیں کہ میں مسجد نبوی کی مٹی ان کو کہیں سے مہیا

کر دوں۔ اس سے قطع نظر کر ہماری گورنمنٹ نے ایسی باتوں سے منع کیا ہوا ہے۔ میں ذاتی طور پر بھی اسے مناسب نہیں سمجھتا کیونکہ مجھے پتہ ہے کہ لوگ محض پیسے بٹورنے کے لئے یہ کاروبار چلاتے ہیں نہ کوئی مسجد نبوی سے خاک اکٹھی کر سکتا ہے اور نہ ہی کسی کو ایسا کرنے کی اجازت ہے۔ لوگوں نے زائرین کی عقیدتوں سے فائدہ اُٹھانے کے لئے ایسے کاروبار شروع کر رکھے ہیں۔ ورنہ اصلیت یہ ہے کہ جو مٹی لوگ بیچتے ہیں اس کا مسجد نبوی سے قطعی کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ دوسرے ایسی باتوں کا فائدہ ہی کیا ہے۔ جب آپ زیارتِ روضۂ اقدس کے لئے نبی آخرالزمانؐ کے قدموں میں پہنچ گئے ہیں۔ پانچوں نمازیں مسجد نبوی میں ادا کرنے اور درود و سلام بھیجنے میں ہر گھڑی آزاد ہیں۔ تو یہ خاک لے جانے سے کیا حاصل ؟

میں عبدالرحمٰن کی یہ باتیں سن کر بڑی دیر تک سوچتا رہا کہ اس نوجوان کے عقائد کتنے سلجھے ہوئے ہیں اور اس نے کتنے پتے کی باتیں ہمارے پاکستانی حاجی سے کہی ہیں لیکن مجھے پختہ یقین تھا کہ "خاک" کی تلاش کرنے والے صاحب عبدالرحمان سے ناامید ہو کر اب کسی اور کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے۔ اور اپنی خواہش کی تکمیل کے لئے ہر ممکن کوشش کریں گے۔ اگرچہ اس سے انھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ مگر یہ "تبرک" وہ حاصل کر کے ہی دم لیں گے اور پاکستان میں جا کر خدا جانے کس ملک کی مٹی کو مسجد نبوی کی "خاک" بتا کر لوگوں کی مشکلیں آسان اور روزی کشادہ کرنے میں امداد کریں گے۔" (صہ ۶۶۱ تا ۶۶۲)

آخر میں مصنف نے عربی زبان کے اسلام اور مسلمانوں سے تعلق پر جو شگفتہ تبصرہ کیا ہے، وہ پیش کیا جاتا ہے:

"جس کمرہ میں میں بیٹھا تھا۔ وہاں دو صاحب اور بھی تھے۔ وہ آپس میں روانی سے عربی بول رہے تھے۔ بلاشبہ عربی ہمارے لئے نہایت وقیع زبان ہے۔ کیونکہ قرآن حکیم اور احادیثِ نبویؐ عربی میں ہیں۔ خدا کے برگزیدہ پیغمبر حضور سرور کائنات صلعم بھی عربی بولتے تھے اور پیغمبر صلعم تربیت یافتہ بھی۔ اس وجہ سے مسلمانانِ عالم کے لئے عربی زبان قابلِ احترام ہے اور ہم اسے زبان پر ترجیح دیتے ہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ ہم نے اسے سیکھنے کی کبھی سنجیدہ کوشش نہ

کی۔ بلکہ اس کی صرف و نحو اور گرامر کی پیچیدگیوں کا اتنا رعب چھایا ہُوا ہے کہ برسوں انگریزی پڑھ کر بھی انگریزی سے نابلد رہنا تو ہمیں گوارا ہے۔ مگر عربی سیکھنے کے لئے دو تین سال کی محنت ہمیں پہاڑ معلوم ہوتی ہے۔ ہم میں سے تقریباً ہر مسلمان عربی کی صَرف و نحو سے ڈر کر انگریزی سیکھتا رہتا ہے اور جب اس میں بھی کورا رہ جاتا ہے تو اسے "بندروں" کی زبان کہہ کر دل کا بوجھ ہلکا کر لیتا ہے۔ مگر عربی کو ستایا پچھنے کے باوجود سیکھنے کی کوشش نہیں کرتا۔ شاید اس لئے کہ کہیں اس کے جاننے سے قرآن حکیم کی عظمتوں کا پتہ نہ چل جائے اور اس دنیا کے کار و بار ہیچ نہ نظر آنے لگیں اور کہیں اپنے نظامِ حیات کو تبدیل کرنے کی اہمیت نہ واضح ہو جائے۔" (صہ ۶۹ - ۶۸)

"میں جب کبھی عربوں سے گفتگو کرتا۔ اور اپنا مافی الضمیر ان تک پہنچانے میں دقت محسوس کرتا تو بڑی دیر تک اپنے آپ کو کوستا رہتا۔ کہ یوں تو ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریمؐ کی محبت کا دم بھرتے اور قرآنِ حکیم کے پیش کردہ نظامِ حیات کو اپنانے کے لئے ہر وقت بے چین رہتے ہیں۔ مگر ہم نے اس زبان کو سیکھنے کے لئے آج تک کوئی مثبت قدم نہیں اُٹھایا۔ جس کو اللہ اور اس کے رسولؐ نے نہ صرف اپنا پیغام نوعِ بشری تک پہنچانے کا ذریعہ بنایا۔ بلکہ اتنا پسند فرمایا کہ اسے "لسان مبین" کے لقب سے نوازا۔ بلاشبہ عربی زبان کی یہ عظمت دیگر اقوامِ عالم کی طرح ہم پاکستانیوں کو بھی معلوم ہے۔ مگر اس حقیقت کا اعتراف ان معنوں میں بالکل بے کار ہے کہ ہم نے آج تک اسے "عربی شریف" کہہ کر اس کی عظمتوں کا اعتراف تو کیا ہے مگر اسے سیکھنے اور جاننے کی طرف کوئی ٹھوس قدم نہیں اُٹھایا۔" (آئینہ حجاز صہ ۱۸۶ - ۱۸۵)

ماہنامہ "محدّث" لاہور

جلد ۱۔ شمارہ ۱ - ماہ شوال ۱۳۹۰ھ

کاغذ و کتابت عمدہ، ٹائٹل حسین و سادہ، صفحات ۶۴ -

مدیر: حافظ عبدالرحمٰن مدنی ــ سالانہ چندہ معاونین سے دس روپے، رعایتی پانچ روپے، فی پرچہ ایک روپیہ، رعایتی پچاس پیسے - مقام اشاعت: مدرسہ رحمانیہ (رجسٹرڈ) گارڈن ٹاؤن، لاہور ــ ۱۶ -

جماعت اہلِ حدیث کی مجلس التحقیق الاسلامی کا یہ پہلا شمارہ ہمیں برائے تبصرہ موصول ہُوا ہے -